سُورَةُ المُطَفِّفِينَ

سورۂ مطففین کی ہے اور اس میں چھتیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ (۱)

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲

کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ (۲)

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳

اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔[1] (۳)

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴

کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں۔ (۴)

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵

اس عظیم دن کے لیے۔ (۵)

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶

جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔[2] (۶)

☆۔ بعض اسے مکی اور بعض مدنی قرار دیتے ہیں، بعض کے نزدیک مکے اور مدینے کے درمیان نازل ہوئی۔ اس کی شان نزول میں یہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ ناپ تول کے لحاظ سے خبیث ترین لوگ تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی، جس کے بعد انہوں نے اپنی ناپ تول صحیح کرلی۔ (ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التوفی فی الکیل والوزن)

(۱) یعنی لینے اور دینے کے الگ الگ پیمانے رکھنا اور اس طرح ڈنڈی مار کر ناپ تول میں کمی کرنا، بہت بڑی اخلاقی بیماری ہے جس کا نتیجہ دین و آخرت میں تباہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے، جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، تو اس پر قحط سالی، سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ، نمبر ۴۰۱۹، ذکرہ الألبانی فی الصحیحۃ نمبر ۱۰۶ من عدۃ طرق ولہ شواھد)

(۲) یہ ڈنڈی مارنے والے اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ایک بڑا ہولناک دن آنے والا ہے جس میں سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے جو تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا خوف اور قیامت کا ڈر نہیں ہے۔ احادیث میں آتا ہے، کہ جس وقت رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے تو پسینہ انسانوں کے آدھے آدھے کانوں تک پہنچا ہو گا۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ المطففین) ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت والے دن سورج مخلوق کے اتنا قریب ہو گا کہ ایک میل کی مقدار کے قریب فاصلہ ہو گا۔ (حدیث کے راوی حضرت سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ نبی ﷺ نے میل سے زمین کی مسافت والا میل

كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴿٧﴾

یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے۔[1] (۷)

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿٨﴾

تجھے کیا معلوم سجین کیا ہے؟ (۸)

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٩﴾

(یہ تو) لکھی ہوئی کتاب ہے۔ (۹)

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٠﴾

اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے۔ (۱۰)

الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿١١﴾

جو جزاو سزا کے دن کو جھٹلاتے رہے۔ (۱۱)

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيْمٍ ﴿١٢﴾

اسے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے آگے نکل جانے والا (اور) گناہ گار ہوتا ہے۔ (۱۲)

إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾

جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں۔[2] (۱۳)

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾

یوں نہیں[3] بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ (چڑھ گیا) ہے۔[4] (۱۴)

مراد لیا ہے یا وہ سلائی جس سے سرمہ آنکھوں میں ڈالا جاتا ہے) پس لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے' یہ پسینہ کسی کے ٹخنوں تک' کسی کے گھٹنوں تک' کسی کی کمر تک ہوگا اور کسی کے لیے یہ لگام بنا ہوا ہوگا' یعنی اس کے منہ تک پسینہ ہوگا۔ (صحیح مسلم' صفۃ القیامۃ والجنۃ' باب فی صفۃ یوم القیامۃ)

(۱) سِجِّيْنٌ ' بعض کہتے ہیں سِجْنٌ (قید خانہ) سے ہے' مطلب ہے کہ قید خانے کی طرح ایک نہایت تنگ مقام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ زمین کے سب سے نچلے حصے میں ایک جگہ ہے' جہاں کافروں' ظالموں اور مشرکوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامے جمع اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اسی لیے آگے اسے "لکھی ہوئی کتاب" قرار دیا ہے۔

(۲) یعنی اس کا گناہوں میں انہماک اور حد سے تجاوز اتنا بڑھ گیا ہے کہ اللہ کی آیات سن کر ان پر غور و فکر کرنے کے بجائے' انہیں اگلوں کی کہانیاں بتلاتا ہے۔

(۳) یعنی یہ قرآن کہانیاں نہیں' جیسا کہ کافر کہتے اور سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ اللہ کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس کے رسول پر جبرائیل علیہ السلام امین کے ذریعے سے نازل ہوئی ہے۔

(۴) یعنی ان کے دل اس قرآن اور وحی الٰہی پر ایمان اس لیے نہیں لاتے کہ ان کے دلوں پر گناہوں کی کثرت کی وجہ سے پردے پڑ گئے ہیں اور وہ زنگ آلود ہو گئے ہیں رَيْنٌ' گناہوں کی وہ سیاہی ہے جو مسلسل ارتکاب گناہ کی وجہ سے اس کے دل پر چھا جاتی ہے۔ حدیث میں ہے "بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے' اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ سیاہی دور کر دی جاتی ہے' اور اگر توبہ کے بجائے' گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے تو وہ سیاہی بڑھتی جاتی ہے' حتیٰ کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے۔ یہی وہ رَيْنٌ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ (ترمذی' باب تفسیر سورۃ

كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾

ہرگز نہیں یہ لوگ اس دن اپنے رب سے اوٹ میں
رکھے جائیں گے۔[۱] (۱۵)

ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾

پھر یہ لوگ بالیقین جہنم میں جھونکے جائیں گے۔(۱۶)

ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾

پھر کہہ دیا جائے گا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے
رہے۔(۱۷)

كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾

یقیناً یقیناً نیکو کاروں کا نامۂ اعمال علیین میں ہے۔[۲] (۱۸)

وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾

تجھے کیا پتا کہ علیین کیا ہے؟(۱۹)

كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾

(وہ تو) لکھی ہوئی کتاب ہے۔(۲۰)

يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾

مقرب (فرشتے) اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔(۲۱)

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾

یقیناً نیک لوگ (بڑی) نعمتوں میں ہوں گے۔(۲۲)

عَلَى الْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾

مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔(۲۳)

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾

تو ان کے چہروں سے ہی نعمتوں کی تروتازگی پہچان
لے گا۔[۳] (۲۴)

يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾

یہ لوگ سربمہر خالص شراب پلائے جائیں گے۔[۴] (۲۵)

خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

جس پر مشک کی مہر ہوگی، سبقت لے جانے والوں کو اسی

المطففین' ابن ماجہ' کتاب الزھد' باب ذکر الذنوب۔ مسند أحمد ۲/ ۲۹۷)

(۱) ان کے برعکس اہل ایمان رؤیت باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے۔

(۲) عِلِّيِّين، عُلُوٌّ (بلندی) سے ہے۔ یہ سِجِّينٌ کے برعکس' آسمانوں میں یا جنت میں یا سدرۃ المنتہیٰ یا عرش کے پاس جگہ ہے جہاں نیک لوگوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامے محفوظ ہوتے ہیں' جس کے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(۳) جس طرح دنیا میں خوش حال لوگوں کے چہروں پر بالعموم تازگی اور شادابی ہوتی ہے جو ان آسائشوں' سہولتوں اور دنیوی نعمتوں کی مظہر ہوتی ہے جو انہیں فراوانی سے حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح اہل جنت پر اعزاز و تکریم اور نعمتوں کی جو ارزانی ہوگی' اس کے اثرات ان کے چہروں پر بھی ظاہر ہوں گے' وہ اپنے حسن و جمال اور رونق و بہجت سے پہچان لیے جائیں گے کہ یہ جنتی ہیں۔

(۴) رَحِيقٌ صاف' شفاف اور خالص شراب کو کہتے ہیں جس میں کسی چیز کی آمیزش نہ ہو۔ مَخْتُومٌ (سربمہر) اس کے خالص پن کی مزید وضاحت کے لیے ہے' بعض کے نزدیک یہ مخلوط کے معنی میں ہے' یعنی شراب میں کستوری کی آمیزش ہوگی جس سے اس کا ذائقہ دوبالا اور خوشبو مزید خوش کن اور راحت افزا ہو جائے گی۔ بعض کہتے ہیں' یہ ختم سے ہے۔

الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾
میں سبقت کرنی چاہیے۔[1] (٢٦)

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾
اور اس کی آمیزش تسنیم کی ہو گی۔[2] (٢٧)

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾
(یعنی) وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پئیں گے۔(٢٨)

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾
گنہگار لوگ ایمان والوں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔[3] (٢٩)

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾
اور ان کے پاس سے گزرتے ہوئے آپس میں آنکھ کے اشارے کرتے تھے۔[4] (٣٠)

وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾
اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے۔[5] (٣١)

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْا اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّوْنَ ﴿٣٢﴾
اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ گمراہ (بے راہ)

یعنی اس کا آخری گھونٹ کستوری کا ہو گا۔ بعض خِتَامٌ کے معنی خوشبو کرتے ہیں، ایسی شراب جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہو گی۔ (ابن کثیر) حدیث میں بھی یہی لفظ آیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس مومن نے کسی پیاسے مومن کو ایک گھونٹ پانی پلایا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت والے دن الرَّحِيْقُ الْمَخْتُوْمُ پلائے گا، جس نے کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلایا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا، جس نے کسی ننگے مومن کو لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا"۔ (مسند احمد، ٣/ ١٣-١٤)

(١) یعنی عمل کرنے والوں کو ایسے عملوں میں سبقت کرنی چاہیے جس کے صلے میں جنت اور اس کی یہ نعمتیں حاصل ہوں۔ جیسے فرمایا، ﴿ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴾ (الصافات، ٦١)

(٢) تَسْنِيْمٌ کے معنی، بلندی کے ہیں۔ اونٹ کی کوہان، جو اس کے جسم سے بلند ہوتی ہے، اسے سَنَامٌ کہتے ہیں۔ قبر کے اونچا کرنے کو بھی تَسْنِيْمُ الْقُبُوْرِ کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں تسنیم شراب کی آمیزش ہو گی جو جنت کے بالائی علاقوں سے ایک چشمے کے ذریعے سے آئے گی۔ یہ جنت کی بہترین اور اعلیٰ شراب ہو گی۔

(٣) یعنی انہیں حقیر جانتے ہوئے ان کا استہزا کرتے اور مذاق اڑاتے تھے۔

(٤) غَمْزٌ کے معنی ہوتے ہیں، پلکوں اور ابروں سے اشارہ کرنا۔ یعنی ایک دوسرے کو اپنی پلکوں اور ابروں سے اشارہ کر کے ان کی تحقیر اور ان کے مذہب پر طعن کرتے۔

(٥) یعنی اہل ایمان کا ذکر کر کے خوش ہوتے اور دل لگیاں کرتے۔ دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ جب اپنے گھروں میں لوٹتے تو وہاں خوشحالی اور فراغت ان کا استقبال کرتی اور جو چاہتے وہ انہیں مل جاتا۔ اس کے باوجود انہوں نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ اہل ایمان کی تحقیر اور ان پر حسد کرنے میں ہی مشغول رہے۔ (ابن کثیر)

وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾
فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾
عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

ہیں۔[1] (۳۲)
یہ ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے۔[2] (۳۳)
پس آج ایمان والے ان کافروں پر ہنسیں گے۔[3] (۳۴)
تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔(۳۵)
کہ اب ان منکروں نے جیسا یہ کرتے تھے پورا پورا بدلہ پالیا۔[4] (۳۶)

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ

سورۂ انشقاق مکی ہے اور اس میں پچیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾

جب آسمان پھٹ جائے گا۔[5] (۱)
اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا[6] اور اسی کے لائق وہ ہے[7] (۲)

---

(۱) یعنی اہل توحید، اہل شرک کی نظر میں اور اہل ایمان اہل کفر کے نزدیک گمراہ ہوتے ہیں۔ یہی صورت حال آج بھی ہے۔ گمراہ اپنے کو اہل حق اور اہل حق کو گمراہ باور کراتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک سراسر باطل فرقہ اپنے سوا کسی کو مومن کہتا ہے اور نہ سمجھتا ہے۔ هَدَاهَا اللّٰهُ تَعَالٰى۔

(۲) یعنی یہ کافر مسلمانوں پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجے گئے ہیں کہ یہ ہر وقت مسلمانوں کے اعمال و احوال ہی دیکھتے اور ان پر تبصرے کرتے رہیں، یعنی جب یہ ان کے مکلف ہی نہیں ہیں تو پھر کیوں ایسا کرتے ہیں۔

(۳) یعنی جس طرح دنیا میں کافر اہل ایمان پر ہنستے تھے، قیامت والے دن یہ کافر اللہ کی گرفت میں ہوں گے اور اہل ایمان ان پر ہنسیں گے۔ ان کو ہنسی اسی بات پر آئے گی کہ یہ گمراہ ہونے کے باوجود ہمیں گمراہ کہتے اور ہم پر ہنستے تھے۔ آج ان کو پتہ چل گیا کہ گمراہ کون تھا؟ اور کون اس قابل تھا کہ اس کا استہزا کیا جائے۔

(۴) ثُوِّبَ بمعنی أُثِيبَ، بدلہ دے دیئے گئے، یعنی کیا کافروں کو، جو کچھ وہ کرتے تھے، اس کا بدلہ دے دیا گیا ہے۔

(۵) یعنی جب قیامت برپا ہو گی۔

(۶) یعنی اللہ اس کو پھٹنے کا جو حکم دے گا، اسے سنے گا اور اطاعت کرے گا۔

(۷) یعنی اس کے یہی لائق ہے کہ سنے اور اطاعت کرے، اس لیے کہ وہ سب پر غالب ہے اور سب اس کے ماتحت ہیں۔ اس کے حکم سے سرتابی کرنے کی کس کو مجال ہو سکتی ہے؟